اقرار نکاح

از: اعلیحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سُنت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات

حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تخریج و تصحیح

مولانا نذیر احمد سعیدی

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

فون: ۳۷۰۲۲۹۶

سلسلۂ اشاعت ۲۸۲

نام کتاب ——— عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

مصنف ——— اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تخریج وتصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی

سن اشاعت ——— سنہ ۱۴۲۲ھ سنہ ۲۰۰۱ء

ناشر ——— رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

طباعت ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

عروس البلاد ممبئی میں چند مخلصینِ اہل سنّت کی مشترکہ کوشش سے ۱۹۷۸ء میں رضا اکیڈمی کا قیام ہوا اور اس نے بفضلہ تعالیٰ مسلکِ اہل سنّت کے فروغ و استحکام میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دردمند اور باشعور سنّی عوام و خواص کے مختلف حلقوں میں اس نے اسلام و سنّیت کی بیش بہا خدمات انجام دے کر کئی شہروں میں اپنی متحرک و فعال شاخیں بھی قائم کیں اور علمائے اہل سنّت بالخصوص امام اہل سنّت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کی کتب و رسائل بڑی تعداد میں شائع کرکے ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔

علمائے اہل سنّت اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کی اب تک دوسو چھیاسٹھ ۲۶۶ کتابیں رضا اکیڈمی ممبئی شائع کرچکی ہے مزید برآں اس سال دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صد سالہ جشن اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کے ۱۵۰ سالہ یوم ولادت کے موقعہ پر دسیوں رسائل رضویہ فتاویٰ رضویہ مترجم شائع کردہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے عکس لے کر شائع ہورہے ہیں۔

رضا اکیڈمی ممبئی اپنے مشن کو دور دراز خطوں اور ہر طبقے تک پہنچانے کیلئے شب و روز کوشاں ہے اور اس کا پیغام بھی یہی ہے کہ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے　　ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ و طفیل میں رضا اکیڈمی سے دین و سنّیت کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے اور اس کی ہر خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسیر مفتی اعظم　محمد سعید نوری

رضا اکیڈمی ممبئی ـ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ / ۲۳ اپریل ۲۰۰۱ء

عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّا نِکَاحَ بِمُجَرَّدِ الْاِقْرَارِ

۱۳۰۷ھ

(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از پنجاب فیروزپور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی و مصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولٰنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم!

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعلِ شنیع قبیح سے تائب ہوئی، غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کارِ خیر کا نہ ہو، اہلِ ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے؟ تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورتِ نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ یہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضرِ شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقادِ نکاح ہوجاتا ہے؟ اس صورت میں ذکرِ مہر نہیں آیا، بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مزین بمہر ودستخط فرماکر للہ عطا فرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجالِ مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

لك الحمد رب الاسرباب صل علی الحبیب الاواب مع الآل والاصحاب واھدنا الحق والصواب اٰمین الٰھنا الوھاب۔

تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت نچھاور فرما اور اس پر مع اس کے آل واصحاب سلامتی نازل فرما اور ہماری حق وصواب پر رہنمائی فرما، آمین اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابلِ امعان انظار واعمال افکار ہے،

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ ت) اس میں شک نہیں کہ حکمِ قضا میں نکاح تصادق مرد وزن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وُہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج وزوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشُبہ انھیں زوج وزوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکامِ زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے، جب مرد وزن کو دیکھے مثل زن وشو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساطِ زن وشوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور اُن کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقدِ نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدرر ولیشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ[1]

ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد وعورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثباتِ نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج وزوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ سُنا ہو،

کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار و جیساکہ درمختار اور عام کتب میں اور

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۷۱

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشہادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علٰی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]

قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بنا پر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہُوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے، تو اس کو جائز ہے کہ وُہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کا نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

توان کا باہم تصادق بدرجۂ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ و یحکم بہ اھ[2] ملخصا۔

فتاوٰی شامی میں ہے ابی سعود کی علامہ حانوتی سے روایت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد عورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصاً (ت)

پس ایسی صُورت میں واجب ہے کہ اُنھیں زوج و زوجہ ہی تصور کیا جائے جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا بااین ہمہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وُہ اپنے اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عنداللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وُہ بدستور اجنبی و اجنبیہ رہیں گے، نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشا نہ تھے محض جھُوٹی خبر تھی اور جھُوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر۔

اقول علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرارِ طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہُوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھُوٹی خبر دینا، حاشیۂ علامہ طحطاوی میں ہے:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار | کتاب الشہادات | دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصر | ۱/ ۷۱
[2] رد المحتار | کتاب النکاح | داراحیاء التراث العربی | ۲/ ۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذباً یقع بہ الطلاق قضاء لادیانۃ۔[1]

طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا، عنداللہ نہیں۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کیف طلقت زوجتک فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانۃ الاماکان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملک مراجعتہا فی العدۃ والحال ھذہ[2] اھ ملخصا۔

ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک رجعی طلاق دی تو اس سے پُوچھا گیا کہ تُو نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہُوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں، تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اس کو عدّت کے دوران رجوع کا حق ہے، اھ، ملخصاً۔ (ت)

توجب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجۂ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سببِ تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل، ولہذا علماء متون و شروح و فتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد و زن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر وقایہ[1] و نقایہ[2] و اصلاح[3] و ملتقی[4] میں کہ سب اعاظم متون معتبرۂ مذہب سے ہیں جزم فرمایا، اسی پر کتاب[5] البہقی و فتاوٰے[6] اہل سمرقند وغیرہما میں اقتصار کیا، اسی کو شرح[7] خصاص و مختارات[8] النوازل و فتاوٰے[9] خلاصہ و خزانۃ[10] المفتین و مختار[11] الفتاوٰی و ایضاح[12] الاصلاح و جامع[13] الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو تنویر[14] الابصار و درمختار[15] میں مقدم و مختار رکھ کر ضعفِ مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو فتاوٰے ظہیریہ[16] و فتاوٰے[17] عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر جواہر[18] اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار و صحیح کو جمع کر کے تیسرا لفظ آکد و اقوٰی علیہ الفتوٰی اور زائد کیا، علامہ[19] حانوتی و سید[20] ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایۃ و مختصر الوقایہ میں ہے: لاینعقد بقولہما عند الشہود ما زن و شوئیم[3] (گواہوں کے سامنے مرد و عورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا۔ ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[4] (مذہبِ مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن و شروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الطلاق — دار المعرفۃ بیروت — ۲/۱۰۶

[2] فتاوٰی خیریہ — کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ — " " — ۱/۳۸

[3] نقایۃ مختصر الوقایہ — کتاب النکاح — نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۵۱

[4] جامع الرموز — " — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۴۴۵

میں ہے:

لا بقولهما مازن وشوئیم لان النکاح اثبات وھذا اظهار والاظهار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل هو المختار[1]

نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد عورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے، اس کو انھوں نے تخییر میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔ (ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشهود مازن وشوئیم لا ینعقد[2]

اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیهقی رحمه الله تعالٰی فی کتابه رجل وامرأة لیس بینهما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرا لم یلزمهما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذٰلك فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثم اجاز لم یجز[3]

بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد و عورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے بالاتفاق نکاح کا اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اسی طرح خرید و فروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأة اقرا بین یدی الشهود بالفارسیة مازن وشوئیم لا ینعقد النکاح بینهما وکذا لو قال لامرأة ھٰذہ

نوازل میں مذکور ہے کہ مرد و عورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

---

[1] ایضاح و اصلاح
[2] ملتقی الابحر | کتاب النکاح | موسسۃ الرسالۃ بیروت | ۲۳۸/۱
[3] فتاوٰی خانیہ | " | نولکشور لکھنؤ | ۱۴۹/۱

امرأتی وقالت ھی ھذا زوجی لایکون نکاحا[1]
ایک عورت کے بارے میں کہاکہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہاکہ یہ میرا خاوند ہے، تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال ما زن و شوئیم لا ینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظھار غیر الاثبات ولھذا لو اقر بالمال لانسان کاذبا لا یصیر ملکا خ (یعنی الخلاصۃ) ولوقال الرجل ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم[2] (س) (ای فتاوی اھل سمرقند) ملخصًا۔
مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے کہاکہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح منعقد نہ ہوگا، یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی، خ (یعنی خلاصہ) اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں پہلے نکاح موجود نہیں ہے، س (فتاوٰی سمرقند)۔ (ت)

متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظھار لما ھو ثابت ولیس بانشاء[3] الخ وسیأتی تمامہ۔
محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر، خلاصہ۔ جیساکہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے، تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ، یہ مکمل آئندہ آئے گا۔ (ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارتِ خلاصہ ھو المختار (یہی مختار ہے۔ ت) تک نقل کی، پھر لکھا:

لوقال ایں زن من ست بمحضر من الشھود
اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

---

[1] فتاوٰی خانیہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹
[2] خزانۃ المفتین 〃 قلمی نسخہ ۱/۷۶
[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

وقالت المرأة ایں شوی من است ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه و الصحیح انه لایکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح او قال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقالا نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی اھ[1]

اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے، حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے، اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد و عورت کو گواہوں نے کہا کہ کیا تم نے ان الفاظ کو نکاح بنادیا تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہوجائیگا، مختار الفتاوٰی میں ایسے ہی ہے اھ (ت)

اقول وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انه ینفذ ظاهرا و باطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرهما۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) قاضی کے فیصلے کی صورت میں نکاح ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ حکمِ قاضی رافعِ خلاف ہے اور قضا ظاہراً اور باطناً نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے، تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے تو جواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ میں ہے۔ (ت)

فتاوٰی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما ما زن و شوییم لاینعقد هو المختار قال بحضور الشهود هذه المرأة زوجتی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لاینعقد هو الصحیح و علیه الفتوی[2]۔

دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے، مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲

[2] جواہر اخلاطی " فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۸

بالجملہ اخبار و انشا کا تبائن بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی۔

اقول[۶] وبتقریری هذا اندفع ما عسٰی ان یتوهم من ان النکاح مما یستوی فیه الهزل والجد فلا یحتاج الی نیة وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول هازلین او مکرهین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونا بینًا بین عدم القصد وقصد العدم بارادة شیئ اٰخر غیرہ مما یحتمله اللفظ وما لا یحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الا تری انه لو قال انت طالق ولم ینو شیئا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق او الاخبار عن طلاق سابق صادقا او کاذبا لم تطلق دیانة کما نصوا علیه اتقن هذا فانه هو التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضه علی بعض الفحول علی ان هذا انما هو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلا شك فی توقفها علی النیة کما فی الطلاق والعتاق۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) میری اس تقریر سے اس شُبہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد و عورت نے ایجاب وقبول کے کلمات بول دئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہئے) اس شُبہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وُہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وُہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں مگر کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظِ طلاق بول کر کسی دوسرے معنی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر باندھے ہُوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انتِ طالق کہہ کر پہلی دی ہُوئی طلاق کی سچّی یا جھُوٹی خبر اور حکایت کا قصد و ارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عنداللہ طلاق نہ ہوگی جیساکہ فقہاء کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابلِ قبول ہے، اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے۔ تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہرحال نیت کے محتاج ہیں، جیساکہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے (ت)

اور شک نہیں کہ ظاہراً عوام ان الفاظ سے ارادۂ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی اُنھیں سُن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہُوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر اُنھیں عنداللہ زوج وزوجہ بناسکتے ہیں،

هذا مما لا یعقل ولا یستاهل ان یقبل

یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں۔

اقول فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل فی التنویر والدر عن الذخیرة بعد ما قدما عدم الانعقاد بالاقرار علی المختار کما سمعت حیث قال عقبیه وقیل ان کان بمحضر من الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخیرة[۱] فاعلم اولاً ان المولیین المحققین رحمهما الله تعالیٰ قد اشارا الی تضعیف هذا بوجوه اما المصنف فبتقدیمه الاول وتعبیره هذا بقیل واما المؤلف فبتقریره علی الامرین وتعلیله للاول فان التعلیل دلیل التعویل کما نص علیه فی العقود الدریة وغیرها فافهم وثانیاً ان تاملت ما القینا علیك فوجوه ضعفه لا تخفی لدیك اما اولاً فلما تقدم فی کلامی وکلمات العلماء الکرام علی عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لا ترد ولا ترام ولا شك ان الاقوی دلیلا احق تعویلا واما ثانیا فلما له من کثرة الترجیحات وقد تقرر ان العمل بما علیه الاکثر

اقول بحمد اللہ تعالیٰ تنویر اور دُر میں جو ذخیرہ سے نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرارِ نکاح کو مختار قول کے مطابق عدم نکاح قرار دیا جیسا تُو نے سُنا اور اس کے بعد یہ کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ کے حوالے سے اس کو اصح کہا) اس نقل کا ضعف واضح ہو گیا تو غور کرو اوّلاً اس لئے کہ (شامی اور طحطاوی رحمہما اللہ) دونوں قابلِ احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا، اور بیشک مصنف (صاحبِ دُر) نے پہلے قول یعنی عدم انعقاد کو پہلے ذکر اور دوسرے کو "قیل" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مؤلف یعنی صاحب ذخیرہ نے اگرچہ دونوں قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی ذکر کی جو کہ قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو — دوسرا اس لیے کہ میں نے جو وجوہِ ضعف آپ کو بیان کئے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے ضعف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، مثلاً اول یہ کہ میں نے اور دیگر علماءِ کرام نے جو کلمات ذکر کئے ہیں کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش کئے گئے وہ ناقابلِ تردید ہیں اور بلا شک و شبہ جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہونگے ثانیاً اس لیے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لیے

---

[۱] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۸۶-۱۸۵

كما فى العقود وغيرها **واما ثالثاً** فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوى وبه يفتى اكد ما يكون من الفاظ الفتوى **واما رابعاً** فلان ما عليه المتون وهى العمدة واليها الركون فهذه الاربعة فقد ظهرت من قبل **واما خامساً** فلما تسمع أنفا، قد اظهرلنا المولى الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما فى ذخيرته مأخذ خيرته اذ بنى ذلك على انه ذكر محرر المذهب محمد رضى الله تعالىٰ عنه فى صلح الاصل ادعى رجل على امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة على ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم[1] اهـ فظن المولى البرهان ان محمدا اجاز النكاح بالاقرار وقد علم ان هذا لا يصح الا بمحضر من الشهود ففرع عليه

قابل قبول ہے جیسا کہ عقود وغیرہ میں ہے **ثالثاً** اس لیے کہ جس میں فتوٰی کی قوی علامت پائی جائے وُہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے، چنانچہ فقہاءِ کرام نے اس پر تصریح کی ہے "علیہ الفتوٰی" اور "بہ یفتی" کے الفاظ فتوٰی کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں، **رابعاً** اس لیے کہ کتبِ متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اسی کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے۔ یہ چاروں امور پہلے واضح ہو چکے ہیں، **خامساً** اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہما نے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا **ماخذ** ہمارے لیے ظاہر کیا ہے اس کی بنیاد محررِ مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انھوں نے اصل یعنی مبسوط کے "باب الصلح" میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعوٰی کیا کہ یہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سَو روپے کے بدلے صلح کرکے اس سے نکاح کا اقرار کرالیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہوجائے گا اھ اس سے محترم برہان الدین کو گمان ہُوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کرلیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہُوا تو صحیح ہوگا،

---

[1] ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/۶۶-۲۶۵

ان الاصح الصحة لو الشهود حضورا قال
العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف و
اى شئ اكون انا حتى اتكلم بين
يدى هذا الامام الجليل قدس
سره الجميل ولكن كثرة تصحيحات الائمة
وجزمهم فى الجانب الآخر بما تجرؤنى
ان **اقول**[٩] و بالله التوفيق لامساس لما
فى الاصل بهذا الفصل فان محمدا
انما اجاز الاقرار والزم المال فانما
افاد جواز الصلح و انقطاع الجدال
بحيث لو عادت المرأة بعد ذلك الى
الجحود لم يسمعه القاضى اما لو لم يجز
الصلح لم يلزم المال و
اقرت المرأة على انكارها هذا هو
حاصل جواز الصلح و عدم جوازه
كما لا يخفى واين هذا من انعقاد
العقد فى الواقع فيما بينهم و بين ربهم
العليم الخبير تبارك وتعالى اليس قد
صرحوا انه لا يطيب له البدل ان كان
كاذبا ولو ادعى رجل على آخر بيع داره
مثلا فاقر به افتداء عن يمينه او فرارا
عن ذل الجثو بين يدى القاضى ثبت البيع قضاء
وجرت الاحكام من وجوب التسليم ولزوم الشفعة
وغير ذلك لكن هذا المدعى الكاذب انما ياخذ
جمرة نار ثم السر ان المصالحين

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تفریع قائم کی کہ اصح بات
یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا ۔ یہ
عبدِ ضعیف (اللہ تعالیٰ مہربان اس پر مہربانی
فرمائے) میں کون ہوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات
کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف
ہے جس کی وجہ سے مجھے جرأت ہو رہی ہے کہ میں بات
کروں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، اصل کے بیان
کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم
فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم
کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے
تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا، لیکن اگر صلح
کو جائز نہ مانا جائے تو مال لازم نہ ہوگا اور عورت کا انکار
باقی رہے گا، صلح کے جواز اور عدمِ جواز کا حاصل صرف
یہی ہے جیسا کہ واضح ہے، اس کا فی الواقع عنداللہ
نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیا ایسی
صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے
طیب نہ ہونے پر فقہائے نے تصریح نہیں کی، ایک شخص دوسرے
کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعوٰی کرے
اور مدعی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کرلے یا
قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہوئے اقرار
کرلے تو اس صورت میں قضاءً بیع ثابت ہوجائیگی
اور اس پر مکان کا قبضہ دینا، اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام
جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس
کے لیے جہنم کا انگارا ہے، پھر دو صلح کرنے والوں نے

ار اداعقد الصلح وهو انما یصور بارجاعه الی عقد من العقود الشرعیة فلا بد من حمله علی اشبه عقد به ضرورة تصحیح الکلام وقطع الخصام اما ھھنا اعنی فیما نحن فیه فلم یریدا عقدا وانما اخبرا خبرا کذبا والکذب وان یروج علی الناس فلا یصح عند اللہ اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباہ والحمد للہ، قال فی الھدایة اذا ادعی رجل علی امرأة نکاحا وھی تجحد فصالحته علی مال بذلته حتی یترك الدعوی جاز وکان فی معنی الخلع لانه امکن تصحیحه خلعا فی جانبه بناء علی زعمه وفی جانبها بذلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولا یحل له ان یأخذ فیما بینه وبین اللہ تعالیٰ اذا کان مبطلا فی دعواه[1] اھ، قال فی الکفایة ھذا عام فی جمیع انواع الصلح[2] اھ وفی الدر المختار عن القھستانی اما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرء عن دعوی الباقی ای قضاء لادیانة ولذا لوظفر به اخذه[3] اھ

جب صلح کا عہد کرلیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جاسکے، لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد وعورت نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی، جھوٹ اگرچہ لوگوں پر اثر انداز ہوجاتا ہے لیکن عنداللہ موثر نہیں ہوسکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا، للہ الحمد، ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح کا دعوٰی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوٰی کو ختم کرنے کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے' اور اس صلح کو خلع کے معنی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی طرف سے اس کے دعوٰی کی بنا پر اس معاوضہ کی وصولی کو خلع قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا' اس کے باوجود فقہائے کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا ہے تو اس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح ہوجائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری ہوجائے گا دیانۃً یعنی عنداللہ بری نہ ہوگا اسی لیے اگر قرضخواہ کو موقعہ ملے تو باقی کو وصول کرے اھ،

[1] ہدایہ | کتاب الصلح | مطبع یوسفی لکھنو | ۳/ ۲۴۷
[2] کفایہ مع فتح القدیر | کتاب الصلح | نوریہ رضویہ سکھر | ۷/ ۳۸۹
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۱۴۲

و فی الشامیة عن المقدسی عن المحیط
قضاء الالف فانکر الطالب فصالحه
بمائة صح ولا یحل له اخذها دیانة [1]
اھ ، و سرد النقول فی ذلك یطول و
قال فی الهدایة الاصل ان الصلح
یجب حمله علی اقرب العقود الیه
و اشبهها به احتیالا لتصحیح تصرف
العاقد ما امکن [2] اھ فبما اسمعتك
یتحصل الجواب عن تمسك
المولی البرهان بثلثة اوجه
الاول [11] ان جاع الصلح الی تلك
العقود تقدیر و تصویر ضروری
فلا یتعدی الثانی [12] انما تثبت
هذه العقود بتلك الالفاظ فی
ضمن الصلح و کم من شئ
یثبت ضمنا و لا یثبت قصدا الا
تری ان قوله اعتق عبدك
هذا عنی بالف یتضمن
الابتیاع مع انه لا ینعقد
قصدا بلفظ الاعتاق الثالث [13]
ان هذه العقود انما تقدر
قضاء و لا تؤثر فی الدیانة

اور فتاویٰ شامی میں مقدسی کے حوالہ سے محیط سے
منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو
ہزار کردیا مگر قرضخواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے
ایک صد پر صلح کرلی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا
حلال نہیں ہے اھ یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا طوالت
کا باعث ہوگا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے
کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے
کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا
ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح
بنایا جاسکے اھ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے
مولانا برہان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے
پہلا یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجع کرنا صرف
فرضی صورت ہے جو کہ ایک ضرورت کے لیے ہے
اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں۔
دُوسرا یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں
ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت
ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوتے، آپ
غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری
طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کر دے تو
یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کر دے"
کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی۔ تیسرا یہ
کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں

---

[1] رد المحتار، کتاب الصلح، دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۷۵
[2] ہدایہ " مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴۶

اذا كان مبطلا و نحن لا ننكران باقرارهما يثبت النكاح قضاء و انما الكلام فی الديانة فان كان مراد الامام البرهان هو الصحة قضاء وقد يستأنس له بقوله عطر الله مرقده جعل الاقرار انشاء حيث لم يقل كان انشاء ويعينه بناؤه الامر على عبارة الاصل فانها كما علمت لا تفيد الا الجواز قضاء فهذا حق لا مرية فيه ولا غرو فی المصير اليه تصحيحا لكلام هذا الامام و تحصيلا للوفاق بينه وبين غيره من الائمة الاعلام و ان كان فيه بعد بالنظر الیٰ ظاهر الكلام و الا فلا شك ان الحق مع هٰؤلاء الجهابذة الكرام والله تعالیٰ اعلم بحقيقة الامر فی كل مرام و الحمد لله مولٰينا الهادی ذی الجلال والاكرام۔

صلح جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے، اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد وعورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہو جاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ انشاء ہے اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف راجع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے، اور ہر مقصد میں اللہ تعالیٰ ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمانے والے کیلیے تمام تعریفیں ہیں۔ (ت)

ہاں اگر مرد وزن نے وہ الفاظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے، یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادہ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصدِ اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادہ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظِ صالحہ سے قصدِ انشاء کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لیے بس ہے بخلاف اُن الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہو چکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشا سے مبائن۔

اقول[1] ھذا الذی قررتہ بتوفیق اللہ تعالٰی یجب ان یکون ھو المراد من قول الامام الاجل فقیہ النفس قاضیخان رحمہ اللہ تعالٰی حیث افاد بعد ما اثر عن البیھقی والنوازل ما اسلفنا، قال مولٰنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا وان اقرت المرأۃ انہ زوجھا واقر الرجل انھا امرأتہ یکون ذلک نکاحا ویتضمن اقرارھما بذلک انشاء النکاح بینھما بخلاف ما اذا اقرا بعقد لم یکن لان ذلک کذب محض وھو کما قال ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا قال الرجل لامرأتہ لست لی بامرأۃ ونوی بہ الطلاق یقع ویجعل کانہ قال لست لی بامرأۃ لانی قد طلقتك ولو قال لم اکن تزوجتھا ونوی بہ الطلاق لا یقع لان ذلک کذب محض لا یمکن تصحیحہ اھ[1] قال فی الفتح علی ما نقل عنہ فی ردالمحتار ان الحق ھذا التفصیل اھ[2]

اقول میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے قول کا بھی لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور نوازل کے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل کرنے کے بعد افادہ کرتے ہُوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد و عورت نے ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے اقرار میں یُوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے یُوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاد ہو جائیگا بخلاف جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو، کیونکہ وہ محض جھُوٹ ہے، اس تفصیل کا ماحاصل ایسے ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تُو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہو جائے گی' گویا کہ اس شخص نے یُوں کہا کہ تُو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، اور اگر اس نے بیوی کو یُوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہو گی کیونکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہو سکتی اھ ردالمحتار میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ اس

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۶

فانما المعنى على ما بيّنا وليس المراد ان
اللفظ اذا لم يتعين للاخبار عن الماضي
صح العقد وان نويا به الاخبار كيف و
انه لا يكون ح الا محض كذب وليشهد لك
بذلك ما استشهد به من مسئلة
الطلاق فانه ان قال لست لي بامرأة ولم ينو به
انشاء الطلاق وانما قصد الاخبار الكاذب.
لم يقع قطعا فانه لا يقع عند ذلك بالتصريح
كما قدمنا فكيف بالكنايات الا ترى انه بنفسه
قيد المسئلة بقوله ونوى الطلاق
فكذا يقال ههنا ونويا النكاح هذا
ما صرت اليه لما وعيت ثم
بتوفيق المولى سبحانه وتعالى
رأيت العلامة عبد العلي برجندي
نقل في شرح النقاية كلام
الامام فقيه النفس بالمعنى و
عبر عنه بعين ما فهمته
ولله الحمد وهذا نصه في
الظهيرية لو قال بمحضر من
الشهود این زن من است فقالت
این شوی من ست اختلف المشائخ
فيه والصحيح انه لا ينعقد
وفي فتاوى قاضي خان انما
لا يكون هذا نكاحا اذا قالا ذلك على سبيل
الاخبار عن عقد ماض ولم يكن بينهما عقد اما

تفصیل کا مقصد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے
یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین
نہ ہو تو خبر کی نیت کے باوجود بھی عقدِ نکاح صحیح ہوگا، یہ
کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مرد وعورت نے محض جھوٹ سے
کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے
اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا
کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تُو میری بیوی نہیں ہے
اور اس نے انشاءِ طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ مراد لیا
تو قطعاً طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے
جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے
طلاق ہوسکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، آپ
نے غور فرمایا ہوگا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی
نیت سے مقید کیا ہے (کہ مذکورہ لفظ طلاق دینے کی
نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں) اسی طرح جھوٹے
اقرارِ نکاح میں بھی دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو
نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے
اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے
علامہ عبد العلی برجندی کو دیکھا کہ انھوں نے نقایہ کی
شرح میں امام قاضی خان کی عبارت کو بالمعنیٰ نقل کیا
اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالٰی
کے لیے ہی تمام حمد ہے۔ یہی ظہیریہ کی عبارت ہے
کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت
کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے
تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوٰی قاضیخان
میں ہے کہ یہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه زوجها واقر انها زوجته وارادا بذلك انشاء النكاح فهو نكاح[1] اھ فالحمد لله على حسن التفهيم **اقول**[15] وبما قررت ظهر لك ان هذا الذی اختاره المولی فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لا یخالف ما صححه عامة الائمة اصلا بل هو عین ما اعتمدوه فانهم انما صححوا ان النكاح لا ینعقد بالاقرار و الاقرار انما یكون عند قصد الاخبار وح قد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذا قالاه مریدین به الانشاء لم یكن ذلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار هو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحیحات علی صحة ما افتیت به فان حمل كلام الذخیرة علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والا فعلیکم بما حررت عضوا علیه بالنواجذ۔

عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر انھوں نے اس سے انشاءِ نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ **اقول** میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خان نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاءِ نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ بمعنی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار حقیقۃً خبر کو کہتے ہیں، پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوے پر مجتمع ہوگئیں، اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا ہے تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہو جائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپناؤ۔ (ت)

اقول[16] اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاحِ مسلم میں وقت ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاحِ مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلامِ عاقدین معاً سُننا عند الجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یوں ہی اُن کا کلامِ عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں، مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد و زن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے، آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے،

جزم بالاول العلامة الزیلعی فی التبیین و

امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

۱؎ شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۷۴

المحقق علی الاطلاق فی الفتح والمولی الغزی فی متن التنویر وصححه فی الجوهرة وقال فی الذخیرة والظهیریة وخزانة المفتین والسراج الوهاج وشرحی النقایة للقهستانی والبرجندی ومجمع الانهر والهندیة انه الظاهر[1] وکذا اختاره فقیه النفس فی الخانیة وضعف خلافه قال الذخیرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانهر فکان هو المذهب[2]، وجزم بالثانی فی الفتاوی وکذا ذکره البقالی وقال فی الخلاصة وجواهر الاخلاطی انه الاصح[3]، وفی مجمع الانهر عن النصاب علیه الفتوی[4] ولم یتعرض لقید الفهم فی مختصر القدوری والوقایة والنقایة والکنز والاصلاح والایضاح والملتقی وکلاهما روایة عن مدار المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه کمافی الفتح۔

فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ ذخیرہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین، سراج الوہاج، قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں مجمع الانہر اور ہندیہ میں فرمایا کہ یہ ظاہر ہے، اور یونہی قاضی خان نے خانیہ میں اس کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے، اور ذخیرہ، بحر، در، مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے اور دوسرے (صحیح) پر جزم کا اظہار فتاوٰی میں کیا اور یوں اس کو بقالی نے ذکر کیا۔ اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔ اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے سے کہا کہ اس پر فتوٰی ہے۔ اور مختصر القدوری، وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح، ایضاح اور ملتقٰی میں فہم کی قید کو ذکر نہیں کیا، جبکہ یہ دونوں قول مدارِ مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں، جیسا کہ فتح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنے الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہورہا ہے،

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/۴
مجمع الانہر " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۱
[2] مجمع الانہر کتاب النکاح " " " " "
[3] جواہر اخلاطی " قلمی نسخہ ص ۷۴
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۱

اقول وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی لمحشی الدر وقال فی رد المحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد النکاح[1] اھ وھو کما تری حسن جدا **اقول** ومن علم الفقہ و الحکمۃ فی اشتراط الشھادۃ فی عقد النکاح اتقن بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا نکاح فقد شھد العقد و ان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفھم فکأن لم یسمع ومن لم یسمع فکأن لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لك ان الاجتزاء بذکر الحضور اوبہ وبالسماع او ذکرھما مع الفھم کل یؤدی مودی واحدا عند التدقیق واللہ ولی التوفیق۔

اقول مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات دُر کے محشی علامہ مصطفٰی رحمتی کے ہاں مل گئی۔ اور رد المحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ——————— ——————— کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے **اقول** جس کو عقدِ نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے، تو نکاح کا گواہ ہوگیا اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہُوا گویا اس نے سُنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلسِ نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا، یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر، حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہٗ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد وزن اُن الفاظ سے قصدِ انشاء کریں اُس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو "فاھمین انہ نکاح" صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] رد المحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۳

هذا ما قلته تفقها ثم رأیت فی رد المحتار، قال حاصل ما فی الفتح وملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد او اعلامهم به[1] اھ فاتضح المرام والحمد لله ولی الانعام **اقول** وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعی شرائط الشهادة عند العقد الا تری ان فاهمین فی کلامهم حال ولا بد من مقارنة الحال والعامل واللہ تعالٰی اعلم هذا کله مما فاض علی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد للہ علی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوة والسلام علٰی سید العالمین محمد واٰله وصحبه اجمعین۔

یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھا اُنھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد کو سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالکِ انعام کے لیے تعریف ہے **اقول** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پُوری کرسکیں، جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فاہم ہونے کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے، یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہُوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وُہ جاہل عاجز کو ماہر خبیر سے ملحق کردیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدالعالمین پر صلٰوۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقادِ نکاح کا حکم ہو ذکرِ مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بذکرِ عدمِ مہر بھی صحیح ومنعقد ہے کما نصوا علیہ (جیسا کہ اس پر اُنھوں نے تصریح کی ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۹